جسٹس (ر) ڈاکٹر جاوید اقبال کی آپ بیتی ’’اپنا گریباں چاک‘‘: سیاسی وسماجی صورتِ حال کا جائزہ

ڈاکٹر پروین اختر کلّو

Dr. Parveen Akhtar Kallu

Associate Professor, Department of Urdu,
Government College University, Faisalabad.

ڈاکٹر عرفان توحید

Dr. Irfan Tauheed

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Government College University, Faisalabad.

Abstract:

"The social and political scenario has been described vividly and argumentatively in the autobiography "Apna Greeban Chaak" by Justice (r) Dr. Javed Iqbal. Pleasant memories connected with Allama Muhammad Iqbal, paractical struggle of Quaid-e-Azam in the establishment of Pakistan, Pakistan Resolution, The description of inter-religions voilence in 1946, Problems after establishment of Pakistan, Pak-India war 1965, The reasons and effects of separation Eastern Pakistan, social and political perspections in the periods of dictatorship, Sincere critique on the conduct of the politician's have especially been incorporated in the autogiography."

آپ بیتی لفظ کے معانی ’’ذاتی سرگزشت‘‘ یا ’’جگ بیتی‘‘ کے ہیں۔ انگریزی میں اسے Auto Biography یا Self Biography کہا جاتا ہے۔ دراصل آپ بیتی کی اصطلاح دو یونانی الفاظ سے مل کر بنی ہے جس میں "Auto" کے معنی ’’خود‘‘ اور "Biography" کا مطلب ’’سوانح‘‘ یعنی ’’خودنوشت سوانح‘‘ کے ہیں۔

آپ بیتی اصل میں کسی شخصیت کی زندگی کے گزرے لمحات کی داستان کا نام ہے۔ گویا اپنی ذات کے حوالے سے اظہارِ حقیقت کو ’’آپ بیتی‘‘ کہتے ہیں۔ آپ بیتی کی ترکیب اپنی ساخت کے اعتبار سے دو الفاظ ’’آپ‘‘ اور ’’بیتی‘‘ کے ملاپ سے بنتی ہے۔ معنوی لحاظ سے آپ بیتی وہ صنف نثر ہے جس میں مصنف اپنی ذات پر بیتنے والے حالات کو بیان کرتا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی آپ بیتی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اپنی زندگی کے احوال و واقعات کا بیان آپ بیتی کہلاتا ہے۔ اسے خودنوشت بھی کہہ سکتے ہیں۔ آپ بیتی محض احوال و واقعات کا مجموعہ نہیں بلکہ اکثر اوقات لکھنے والے کی داخلی کیفیتوں، دلی احساس، شخصی اور عقلی تجربوں، زندگی کے جذباتی پہلوؤں اور بحیثیت مجموعی زندگی کے بارے میں اس نقطہ نظر کی ترجمانی کرتی ہے۔''(۱)

آپ بیتی فرد کی زندگی کے گزرے لحات کی داستان کا نام ہے۔ معاشرے کا ہر شخص اپنی زیست کے اعمال وافعال کو بخوبی تحریری صورت میں پیش کرسکتا شرط صرف یہ ہے کہ اس کی زندگی میں ایسے عوامل موجود ہوں، جو دوسروں کی دلچسپی کا سامان پیدا کرسکیں۔ دوسرے الفاظ میں اپنی زندگی کے حالات کو خود قلم بند کرنے کا عمل خودسوانح کہلاتا ہے۔ جسے عرفی معنوں میں ''آپ بیتی'' کہتے ہیں۔(۲) پنجابی زبان میں آپ بیتی کے لیے لفظ ''ہڈ بیتی''(۳) استعمال کیا جاتا ہے۔ شاداب سیّد آپ بیتی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"The description (graphia) of an individual human life (bio) by the individual himself (auto)."(4)

اردو میں آپ بیتیوں کی روایت کا اگر مختصر انداز میں جائزہ پیش کیا جائے تو مولانا جعفر تھانیسری کی ''تاریخ عجیب'' کو اردو کی پہلی آپ بیتی سمجھا جاتا ہے۔(۵) جسے عرف عام میں ''کالا پانی''(۶) کہا جاتا ہے۔ دوسری اہم آپ بیتی ظہیر دہلوی کی تحریر کردہ ''داستان غدر'' ہے۔ اس کے بعد خواجہ حسن نظامی کی ''آپ بیتی''، مولانا عبدالکلام آزاد کی ''تذکرہ''، حسرت موہانی کی ''قیدِ فرنگ''، عبدالمجید سالک کی ''سرگزشت''، جوش ملیح آبادی کی آپ بیتی ''یادوں کی برات'' سے لے کر جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر جاوید اقبال کی آپ بیتی ''اپنا گریبان چاک'' تک ایک توانا روایت تو ضرور دکھائی دیتی ہے، مگر اردو کی مختلف اصناف ادب کے مقابل آپ بیتیوں کا سرمایہ انتہائی کم ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں پاکستان کے معروف قانون دان اور ادیب جسٹس ریٹائرڈ ڈاکٹر جاوید اقبال کی آپ بیتی میں سیاسی و سماجی صورت حال کو مثالی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ آپ بیتی کو سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے ۲۰۰۲ء میں پہلی دفعہ شائع کیا۔ ۲۰۰۲ء کے بعد سے اس آپ بیتی کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

آپ بیتی میں مصنف نے سیاسی و سماجی صورت حال کو بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آغاز میں تحریک پاکستان کے حوالے سے حالات و واقعات کا ذکر کرتے ہیں کہ جیسے جیسے تحریک پاکستان مجموعی طور پر متحرک ہوتی گئی ویسے ویسے انگریز حکومت کی مخالفت بھی بڑھنے لگی تھی۔ پنجاب میں بہت سے مسلم لیگی کارکنان کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔ ان مسلم لیگی نوجوان کارکنان کی گرفتاری کی خبر پھیلتے ہی پورے ہندوستان میں ایک سیاسی جوش اور ولولے کی لہر اُٹھی۔ مصنف آپ بیتی میں قراردادِ پاکستان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''۱۹۴۰ء میں لاہور کے منٹو پارک میں جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو میری عمر تقریباً سولہ برس تھی اور میں نے میٹرک کا امتحان دیا تھا۔''(۷)

قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہندوستان میں بین المذاہب نفرت، انتشار اور فسادات کی آگ کو جان بوجھ کر سلگایا گیا۔ اس آگ نے بہت جلد ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ۱۹۴۶ء کے آخر میں ہونے والے فسادات کے بارے میں آپ بیتی میں مصنف نے لکھا ہے:

''۱۹۴۶ء کے اواخر ہی سے ہندو مسلم یا سکھ مسلم فسادات شروع ہو گئے تھے۔ لاہور میں ہر شام کرفیو لگتا اور قتل عموماً کرفیو لگنے سے چند منٹ قبل ہوتے۔''(۸)

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۴ء میں مصنف کا تحقیقی مقالہ مکمل ہوا اور آپ نے کیمبرج سے پاکستان کے لیے رختِ سفر باندھا۔ وطن واپس آ کر آپ نے جاوید منزل پر اپنی رہائش اختیار کی۔ آپ کی بہن منیرہ اور ان کا خاندان بھی جاوید منزل پر قیام پذیر رہا۔ اسی دوران انہیں اس دور کے صدر پاکستان سکندر مرزا سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آپ بیتی میں مصنف نے سکندر مرزا کے حوالے سے لکھا ہے:

''آخر میں وہی ہوا جس کی توقع تھی۔ ۷/اکتوبر ۱۹۵۸ء کو سکندر مرزا نے آئین ختم کر دیا۔ اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں۔ ملک میں مارشل لاء لگا دیا گیا اور جنرل ایوب خان چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر ہوئے۔''(۹)

پاکستان کے پہلے مارشل لاء کے بارے میں مصنف نے مکمل تفصیل سے اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے کہ کن وجوہات کی بنا پر حکومت کو ختم کر کے آمریت کا آغاز ہوا۔ پہلی وجہ جو مصنف نے بیان کی ہے وہ ملکی سیاست میں سیاست دانوں کی آپس کی لڑائیاں تھیں۔ ہر دور حکومت کی طرح اس وقت بھی بدعنوانی عروج پر تھی عوامی مفادات کے تحفظ کی بجائے حکمران اپنے ذاتی مفادات کی نہ ختم ہونے والی جنگ لڑ رہے تھے۔

آپ بیتی میں مصنف سماج پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ شادی بیاہ کے معاملات کے بارے میں مصنف اپنے مخصوص نظریات رکھتے ہیں۔ انہی نظریات کی بنا پر وہ آپ بیتی میں اپنے تاثرت کا اظہار کرتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ شادی سے پہلے لڑکے اور لڑکی کو ملنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے مواقع نہیں دیتا۔ پرانے دور کی بات کرتے ہیں کہ اس وقت لڑکیوں کو ان دیکھے لڑکوں کو شوہر کے طور پر قبول کرتے ہوئے اپنی تمام زندگی ان کے ساتھ گزارنی پڑتی تھی۔ مصنف آپ بیتی میں مغربی اور مشرقی سماج کی صورت حال کا تقابل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دراصل میں شادی کرنے سے ڈرتا تھا اور میرے خوف کی ایک وجہ یہ تھی کہ طبیعتوں میں یکجہتی نہ ہونے کے سبب کہیں طلاق تک معاملہ نہ جا پہنچے۔''(۱۰)

قائداعظم کی وفات کے بعد مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح عملی طور پر سیاست سے کنارہ کش ہو چکی تھیں لیکن جنرل ایوب خان کے مقابلے میں کوئی معتبر سیاسی شخصیت کو الیکشن میں کھڑا کرنے کی تجویز بعض سیاسی حلقوں کی طرف سے دی گئی۔ بالآخر محترمہ فاطمہ جناح کو جنرل ایوب کے خلاف الیکشن میں کھڑے ہونے پر آمادہ کر لیا گیا تھا۔ آپ بیتی میں مصنف نے ایک اہم سیاسی واقعے کو بیان کیا ہے جس میں صدارتی انتخاب کے لیے ووٹ بنیادی جمہوریتوں کے منتخب نمائندوں نے ڈالنے تھے۔ اس وقت مادرِ ملت فاطمہ جناح کا صدارتی انتخاب کے لیے جنرل ایوب خان سے مقابلہ ہونا تھا۔ اس بارے میں مصنف رقم

طراز ہیں:

''مادرِملت کونسل مسلم لیگ کی طرف سے اور جنرل ایوب خان کونشن لیگ کی طرف سے کھڑے ہوئے۔ جنرل ایوب خان غالباً واحد پاکستانی صدر ہوگزرے ہیں جو اسلام کے بارے میں علماء کے روایتی تصورات کی بجائے دانشوروں کے جدید لبرل نظریات کے حامی تھے بلکہ انہیں قانونی طور پر پاکستان میں نافذ بھی کرنا چاہتے تھے لیکن جمہوریت اور سیاستدانوں کے متعلق ان کے خیالات کے سبب میرا دل ان سے اُٹھ گیا۔'' (۱۱)

مصنف نے آپ بیتی میں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بارے میں اپنے تاثرات کو تجزیاتی انداز میں بیان کیا ہے کہ کس طرح بھارتی افواج نے بغیر اعلان یا الٹی میٹم کے پاکستان پر پوری فوجی قوت سے حملہ کر دیا تھا۔ یہ جنگ آزاد کشمیر کی مشرقی سرحدوں اور لاہور کی سرحد پر شدت سے دیکھنے میں آئی۔ جنگ کے دوران شہری علاقوں میں موجود لوگوں کو کن مصائب اور مشکلات سے گزرنا پڑا ان سب کا احوال قلم بند کیا گیا ہے۔ مصنف نے اپنی تحریر میں ۱۹۶۵ء کی جنگ اور اس کے تناظر میں پیدا شدہ ملکی اور عالمی سیاسی صورت حال کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''جنرل ایوب خان نے ۱۹۶۲ء میں صدر کینڈی کی بات مانتے ہوئے کشمیر پر حملہ نہ کر کے ایک اچھا موقع ہاتھ سے گنوا دیا تھا۔ تب امریکہ نے چین کا مقابلہ کرنے کی خاطر جو ہتھیار بھارت کو عطا کیے ان کی تفصیل بھی وعدہ کے باوجود پاکستان کو مہیا نہ کی گئی۔ اب جبکہ بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا تھا تو بغداد پیکٹ یا سیٹو کے معاہدوں کے باوجود امریکہ پاکستان کی مدد کو نہ آیا۔'' (۱۲)

آپ بیتی میں مصنف پاکستان کی سیاسی صورت حال کو مختلف ادوار کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔ قیامِ پاکستان سے ملک کے معاشی، معاشرتی، اقتصادی، سیاسی اور سماجی عوامل کو مصنف نے خاص جگہ دی ہے۔ پاکستان میں مختلف سربراہانِ مملکت اور حکومت کے بارے میں اپنے تاثرات کو واضح طور پر پیش کیا ہے۔ جنرل ایوب خان نے جب بھٹو کو اپنی کابینہ سے باہر نکال دیا تو وہ سیاسی طور پر زیادہ فعال اور متحرک ہو گئے۔ اس دور میں ذوالفقار علی بھٹو نے ایک دفعہ گول باغ میں دھواں دار تقریر کی۔ ان پر پتھراؤ کیا گیا اور ان کا سر پھٹ گیا تھا۔ اس زمانے میں جنرل ایوب خان کے خلاف بھی ملک گیر احتجاجی جلوس نکلنے شروع ہو گئے تھے۔ ان کے اقتدار کو بہت سے خطرات لاحق ہونا شروع ہو گئے تھے۔ اس دوران بھٹو نے اقتدار کے لیے اسلامی سوشلزم کا نعرہ بلند کر دیا۔ یہ نعرہ بہت کارگر ثابت ہوا۔ جنرل ایوب خان نے اس دور میں حالات کی سنگینی دیکھ کر اپنے ہی بنائے ہوئے آئین پاکستان سے انحراف کرتے ہوئے اقتدار قومی اسمبلی کے سپیکر کو تفویض کرنے کی بجائے جنرل یحییٰ خان کو سونپ دیا۔ جنرل یحییٰ خان نے سب سے پہلے ۱۹۶۲ء کے آئین کو معطل کر کے ملک میں مارشل لاء لگا دیا اور ملک میں عام انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ اس دور میں یحییٰ خان چاہتے تھے کہ تمام مسلم لیگوں کا اتحاد ہو جائے لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا۔ عام انتخابات میں مغربی پاکستان سے ذوالفقار علی بھٹو نے اکثریت حاصل کی جبکہ مشرقی پاکستان سے مجیب الرحمٰن نے زیادہ نشستیں حاصل کیں۔ اس دور میں پاکستان بہت ہی نازک وقت سے گزر رہا تھا۔

جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال اپنی آپ بیتی ''اپنا گریبان چاک'' میں پاکستان کی سیاسی وسماجی تاریخ کو بڑے مدلل انداز میں بیان کررہے ہیں کہ کس طرح ذوالفقار علی بھٹو عام انتخابات میں شکست کھا کر بھی شکست کو تسلیم نہیں کرتے اور مجیب الرحمٰن مغربی پاکستان آنا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ان عوامل کے نتیجہ میں پاکستان کا دولخت ہونا ناگزیر تھا۔مصنف کا کہنا ہے کہ بھٹو نے پاکستان کی تعمیر وترقی میں مؤثر انداز میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔ان کی ملک وقوم کے لیے خدمات کو ہم بھلا نہیں سکتے۔انہوں نے پاکستان کی خارجہ پالیسی میں کشمیر کے مسئلے کو خاص اہمیت دی اور پاکستانی فوجیوں کو جنہیں بھارت نے جنگی قیدیوں کے طور پر مشرقی پاکستان میں رکھا ہوا تھا انہیں آزاد کروایا۔ذوالفقار علی بھٹو کی منتخب حکومت کو بعد میں گرانے کی کوششوں کا آغاز اپوزیشن کی جماعتوں کی طرف سے کیا گیا۔بھٹو کی مخالف سیاسی جماعتوں نے بہت سے مذہبی مطالبات حکومت کے سامنے رکھے۔بھٹو نے ان تمام مذہبی مطالبات کو تسلیم کرلیا تھا۔مصنف آپ بیتی میں بھٹو کے قابل قدر اقدامات کا تذکرہ کرتے ہوئے ملک میں بار بار مارشل لاء کی وجہ بھی تلاش کرنا چاہتے ہیں:

> ''میرے لیے یہ بات سمجھ سکنا قدرے مشکل ہے کہ جب پاکستان میں فوج مداخلت کرتی ہے تو کیا وہ اپوزیشن کے سیاستدانوں کی ایما پر کرتی ہے یا کسی بیرونی طاقت کی شہ پر؟''(۱۳)

وزیرِاعظم ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے سے تحریر کرتے ہوئے مصنف کا خیال ہے کہ بحیثیت مجموعی بھٹو کی اپنے وطن کے لیے خدمات کو بھلایا نہیں جاسکتا کیونکہ انہوں نے پہلی دفعہ بھرپور انداز میں کشمیر کے مسئلہ کو اُٹھایا اور ایسے اقدامات کیے جن کی وجہ سے پاکستان آج ایک نیوکلیئر پاور بن گیا ہے۔بھٹو کے بعد بالآخر جنرل ضیاءالحق نے ۱۹۷۳ء کے آئین کو معلق کردیا۔اسمبلیاں تحلیل کردی گئیں۔بھٹو کی نافذ کردہ اسلامی اصلاحات میں مزید بہتری لائی گئی جس میں توہین رسالت کا قانون بنایا گیا۔شریعت کورٹ قائم ہوئے اور حدود آرڈیننس نافذ کیا گیا۔پھر محمد خان جونیجو کی حکومت کا دور شروع ہوا اور جسے بعد میں جنرل ضیاءالحق نے بطور صدر پہلی مرتبہ اپنا اختیار دستور کے آرٹیکل ۵۸ (۲) (ب) کو استعمال کرتے ہوئے محمد خان جونیجو کی منتخب حکومت کا خاتمہ کردیا اور اسمبلیوں کو تحلیل کردیا گیا۔مصنف جنرل ضیاءالحق دور کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے عدلیہ کو خصوصی طور پر زیرِعتاب رکھا اور جج صاحبان کو اپنے من پسند فیصلے صادر کروانے پر کس کس طرح مجبور کیا جاتا رہا۔مہذب اقوام میں یہی تاثر پھیلا کہ انتظامیہ عدلیہ سے اپنی مرضی کے فیصلے کرواتی ہے۔فاروق لغاری کے دورِ صدارت میں وزیرِاعظم نواز شریف نے آئین کی دفعہ ۵۸ (۲) (ب) میں ترمیم کو ایوان سے اتفاق رائے سے منظور کروایا۔آپ بیتی میں مصنف بیان کرتے ہیں کہ نواز شریف کے دوسرے دورِ حکومت میں ایک بحران اس وقت شدت اختیار کرگیا جب ان کے خلاف چیف جسٹس سجاد علی شاہ نے کسی کیس میں وزیرِاعظم میاں نواز شریف کو عدالت میں طلب کیا اور وہ سپریم کورٹ میں پیش نہیں ہوئے تھے۔چیف جسٹس سپریم کورٹ سجاد علی شاہ نے وزیرِاعظم میاں نواز شریف کو ذاتی طور پر عدالت میں پیش نہ ہونے پر ان کے خلاف توہین عدالت کا کیس بنا کر کارروائی شروع کردی تھی اور وزیرِاعظم کو جیل کی سزا دینا چاہتے تھے تاکہ وہ وزیرِاعظم کے عہدے پر فائز نہ رہ سکیں۔چیف جسٹس سپریم کورٹ کے طرزِ عمل کے خلاف وزیرِاعظم نواز شریف نے بہت سخت ردِعمل پیش کیا اور سپریم کورٹ پر حملہ کروا دیا۔وزیرِاعظم میاں نواز شریف کے دوسرے دورِ حکومت میں صدر فاروق احمد لغاری کے خلاف امپیچمنٹ کی حکمت عملی اپنانے کا ارادہ کیا گیا کیونکہ اس وقت مسلم لیگی ارکان کی تعداد اتنی تھی کہ یہ حکمت عملی کامیاب ہوسکتی تھی اور اس کے ساتھ پیپلز پارٹی کے

اراکین بھی شاید حکومتی پارٹی کا ساتھ دیتے کیونکہ صدر فاروق احمد لغاری نے سابق وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کو آئین کی دفعہ ۵۸(۲)(ب) کا استعمال کرتے ہوئے عہدے سے فارغ کر دیا تھا۔ سابق وزیر اعظم نواز شریف اپنی وزارت عظمیٰ کے دوسرے دور میں طالبان طرز کا اسلام پاکستان میں بھی رائج کرنا چاہتے تھے ان کے خیال کے مطابق شاید طالبان طرز کے اسلام سے پاکستان کے بہت سے سیاسی وسماجی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔

آپ بیتی میں جسٹس (ر) جاوید اقبال نے پاکستان کے سیاسی حالات کو بیان کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف اپنے دوسرے دورِ حکومت میں شریعت بل کو پارلیمنٹ سے منظور کروا کر بھاری مینڈیٹ کی بنیاد پر اختیارات اسلام یعنی شریعت کے بل کے ذریعے امیر المومنین بننا چاہتے تھے۔ کارگل کی جنگ کے بارے میں مصنف مخمصے کا ابھی تک شکار نظر آتے ہیں۔ ان کو اس حقیقت کا ابھی تک پتہ نہیں چل سکا کہ کیا یہ جنگ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے کہنے پر شروع کی گئی تھی یا کشمیری مسلمانوں کی آزادی کی جدوجہد کی حمایت میں ہماری افواج نے اس جنگ کا آغاز کیا تھا۔

آپ بیتی میں ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۹ء کا احوال بھی مصنف نے قلم بند کیا ہے کہ کس طرح انہیں ملک پر فوج کے قابض ہونے کا پتہ چلا۔ مصنف ان دنوں لاہور میں موجود تھے اور لاہور میں وزیر اعظم نواز شریف کے گرفتار ہونے کی خبر ہر طرف پھیل گئی۔ رات کو تین چار بجے جب جنرل پرویز مشرف نے ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کیا تو سب کو پتہ چلا کہ ملک پر فوج قابض ہو چکی ہے۔ آئین پاکستان کو معلق کر دیا گیا۔ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف، میاں شہباز شریف اور اہم وفاقی وزراء کو گرفتار کر لیا گیا۔ مصنف اس تمام سیاسی صورت حال کو آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

> ''اس جدید فوجی ''انقلاب'' کے پس منظر سے تو غالباً ہم سب تھوڑے بہت واقف ہیں مگر پھر بھی چند ایسے سوال ہیں جن کا تسلی بخش جواب میاں نواز شریف ہی اپنی خودنوشت سوانح حیات میں دے سکتے ہیں۔ مثلاً جنرل پرویز مشرف کو کس کے مشورے سے اور کیوں کمانڈر انچیف منتخب کیا گیا؟'' (۱۴)

مصنف نے اس وقت جب وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی حکومت کو ختم کر دیا گیا اور پرویز مشرف کی حکومت کا آغاز ہوا، ان تمام معاملات کو اپنی آپ بیتی کا حصہ بنایا ہے۔ دراصل مصنف کے خیال کے مطابق جب جنرل جہانگیر کرامت نے استعفیٰ دے دیا تو اس وقت سے ہی فوج چوکنا ہو گئی تھی اور وہ میاں نواز شریف کے احکامات کو سنجیدگی سے دیکھ رہی تھی کیونکہ صدر اور عدلیہ کو میاں نواز شریف رام کر چکے تھے اب صرف فوج پر قابو پانا باقی تھا۔

آپ بیتی میں مصنف نے تمام حالات وواقعات کو بڑی صداقت اور غیر جانبداری سے بیان کیا ہے کہ کس طرح نواز شریف کو اقتدار سے فارغ کیا گیا۔ جنرل پرویز مشرف چیف ایگزیکٹو بن گئے اور مسلم لیگ زیر عتاب رہی۔ سپریم کورٹ نے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف کو تین سال تک حکومت کرنے کے حق کو تسلیم اس شرط پر کیا کہ وہ شفاف الیکشن کروائیں گے۔ اس کے ساتھ عدالت عالیہ نے پرویز مشرف کو آئین میں ترمیم کرنے کا اختیار بھی دے دیا تھا۔ جنرل پرویز مشرف نے کچھ عرصہ بعد میاں نواز شریف کے انتخاب کردہ صدر جسٹس (ر) رفیق تارڑ کو نکال دیا اور خود پاکستان کے صدر کی حیثیت سے عہدہ سنبھال لیا اور اپنی منتخب کردہ کابینہ کے ذریعہ حکومت کرنے لگے۔ جنرل پرویز مشرف کی حکومت کے خدوخال کے بارے میں جسٹس (ر)

ڈاکٹر جاوید اقبال رقم طراز ہیں:

''جنرل پرویز مشرف نے ملک کی باگ ڈور سنبھالتے ہی بین الاقوامی کمیونٹی کے سامنے پاکستان کا ''لبرل'' یا میانہ رو امیج پیش کرنے کی کوشش کی، کبھی تو انہوں نے مصطفیٰ کمال پاشا کو اپنا آئیڈیل قرار دیا، کبھی بغلوں میں کتے والی تصویریں کھنچوا کر میڈیا میں تقسیم کیں۔'' (۱۵)

آپ بیتی میں مصنف ''بانا ناری پبلک'' کے عنوان سے باب میں بیان کرتے ہیں کہ وہ کون سے عوامل تھے جن کی بنا پر جنرل پرویز مشرف نے چیف جسٹس سپریم کورٹ افتخار محمد چودھری سے استعفیٰ طلب کیا۔ استعفیٰ کے محرکات کے بارے میں مصنف بتاتے ہیں کہ چیف جسٹس نے پرویز مشرف کی انتظامیہ کی مالی بدعنوانیوں کو بے نقاب کرنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی رہائی کے احکامات جاری کرنا، جنہیں امریکہ کے کہنے پر دہشت گرد قرار دیتے ہوئے پاکستانی خفیہ ایجنسیوں نے غائب کر دیا تھا۔ یہ ایسے عوامل تھے جن کی وجہ سے جنرل پرویز مشرف کو چیف جسٹس سپریم کورٹ افتخار محمد چودھری ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔

آپ بیتی کا آخری باب جس کا عنوان مصنف نے ''اے روحِ اقبال!'' تحریر کیا ہے اس میں وہ علامہ اقبال کی روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ پاکستان کو تو آپ نے ایک جدید اسلامی ریاست اور قائداعظم محمد علی جناح کے نظریات کے مطابق اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کا خواب دیکھا تھا لیکن مصنف افسوس کے ساتھ اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ ہم نے قائداعظم اور علامہ اقبال کے خوابوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے اور ہم بہت آگے نکل گئے ہیں۔ اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ ہمیں ہماری منزل کا ہی پتہ نہیں چل رہا۔ مصنف اس باب میں پاکستان کے موجودہ بنیادی مسائل کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''پاکستان کو اب کئی مشکلات کا سامنا ہے۔ لوگ بے روزگاری اور مہنگائی کے باعث خودکشیاں کر رہے ہیں۔ مائیں بچے بیچ رہی ہیں۔ نہ بجلی ہے، نہ پانی، نہ آٹا، بدامنی اور افراتفری پھیلتی جا رہی ہے۔'' (۱۶)

آپ بیتی کے تمام ابواب کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ہر باب میں مصنف نے عنوان کے مطابق سیر حاصل تفصیلات کو بے باک انداز میں سچائی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چاہے وہ ملکی سیاسی صورت حال ہو یا بین الاقوامی سیاست انہوں نے اپنے بے لاگ تاثرات کو برملا تحریر کیا ہے۔ قومی اور انٹرنیشنل سیاسی معاملات کو مصنف نے انتہائی باریک بینی سے پیش کیا ہے اسی طرح انہوں نے ملک کے سماجی عوامل کو بھی بیان کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اصنافِ ادب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۲۶

۲۔ سہیل احمد خان، تالیف: سلیم الرحمٰن، منتخب ادبی اصطلاحات، لاہور: شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص: ۳۳

۳۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، تنقیدی اصطلاحات (توضیحی لغت)، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۵

۴۔ شاداب، سیّد، خودنوشت نگاری، تعریف، تشریح وتوضیح، مشمولہ: پرواز، ماہنامہ، جلد ۷، (صابر ارشاد عثمانی)، برطانیہ: یونین اردو رائٹر سوسائٹی، ۱۱ فروری ۲۰۰۸ء، ص: ۳۷

۵۔ محمد عمر رضا، ڈاکٹر، اردو میں سوانحی ادب: فن اور روایت، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۲ء، ص: ۱۳۵

۶۔ صبیحہ انور، ڈاکٹر، اردو خودنوشت سوانح حیات: فن و تجزیہ، ص: ۱۷۳

۷۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، اپنا گریباں چاک، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۹ء، ص: ۴۸

۸۔ ایضاً، ص: ۴۹

۹۔ ایضاً، ص: ۷۷

۱۰۔ ایضاً، ص: ۸۸

۱۱۔ ایضاً، ص: ۱۰۸

۱۲۔ ایضاً، ص: ۱۰۸

۱۳۔ ایضاً، ص: ۱۳۱

۱۴۔ ایضاً، ص: ۱۹۶

۱۵۔ ایضاً، ص: ۲۰۱

۱۶۔ ایضاً، ص: ۳۰۸

☆......☆......☆